آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ❋ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۱۲

مطابق ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

حضرت خلیفۃ المسیح اول شاہی حکیم مولانا مولوی نورالدین صاحب رضؓ کی مجرب ادویات

سرمہ لاثانی } کمزوری آنکھ ۔ دھند ۔ جالا ۔ سرخی چشم ۔ ضعف بصارت ۔ آنسوؤں کا جاری رہنا
ان امراض کا لاثانی سرمہ **قیمت ۶ ماشہ عہ**

سرمہ برقی ۔ کمزوری آنکھ ۔ خارش ۔ آنکھوں سے پانی کا آنا ۔ دھند **قیمت ۶ ماشہ عہ**

حب اکسیر جنین ۔ اٹھرا کی بیماری کا مجرب المجرب علاج ۔ اٹھرا یعنی حمل کا گر جانا بچہ کا مردہ پیدا ہونا ۔ **قیمت فی تولہ عہ**

مومیائی ۔ بدن کی طاقت کیلئے اکسیر ۔ تمام قوتوں کا مجموعہ ۔ کیسی ہی کمزوری ہو ۔ اس کے استعمال سے رفع ہو جاتی ہے ۔ **قیمت فی تولہ عہ**

معجون مسکی ۔ بدن کی زردی ۔ کمی خون ۔ دل کا دھڑکنا ۔ معدہ کی کمزوری ۔ سانس کا پھولنا ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے ۔ **قیمت ۴ تولہ عہ**

حب جانا ۔ تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا ۔ ان کا فرض عین ہے ۔ کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا ان کا منصب ہے ۔ تمام پٹھوں کی کمزوری کے لئے ان کے اندر برقی تماشا ہے دماغ کی قوت میں [illegible] ہیں نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے ۔ منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ ۔ ۴۰ گولیاں عہ

ہمارا ایجاد کردہ تحفہ سرما تیار ہو گیا

تمام اعضائے رئیسہ کے لئے اکسیر ہے بڑھاپے کی کمزوری کے لئے لاثانی ہے خون پیدا کرنے میں اور بڑھانے میں [illegible] ہے ۔ بدن کو خوش رنگ اور نرم ۔ چہرہ کو رونقدار چمکتا ہوا بناتا ہے تمام طاقت کو ترقی دیکر آگے سے دگنی کرتا ہے ۔ سردی کے ایام میں اس کا استعمال آب حیات کا کام دیتا ہے ۔ ہر ایک طاقت چاہنے والے انشاء اللہ یقیناً طاقت حاصل کریں گے ۔ اور اصحاب دفاتر اور طلباء و کاتب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ اس کے استعمال سے تمام تھکان حساب دماغ اور ثقالت دماغ جاتی رہیگی ۔ اور روز بروز دماغ و حافظہ ترقی کرتا جائیگا ۔ **قیمت ۲۰ تولہ عہ**

ملنے کا پتہ : **نظام جان عبدالرحمن بنگالی ۔ قادیان ضلع گورداسپور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم

باب پنجم (۵)

(آنحضرت صلعم کی مدنی زندگی کے حالات)

(از قلم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

مغازی الصادقہ

اب ہم اسلامی تاریخ کے اس حصہ میں داخل ہوتے ہیں جس کی زمین کے قدم قدم پر مخالفین اسلام کی طرف سے خاردار جھاڑیوں کا ایک ایسا جال بچھا ہوا ہے کہ بے خبر سادہ لوح سالک راہ کا پیراہن تسلیم علیٰ حین غفلۃ منہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جاتا ہے۔ یہ میدان کارزار ہے۔ جہاں بقول مخالفین اسلام کے اسلام نے اس تلوار کے سایہ کے نیچے پرورش پائی جو ہر اس شخص کے سر پر کھنچتی تھی جو اسلام لانے سے انکار کرتا تھا۔ گویا ان ابتدائی مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں اسلام تھا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھی اور کفار کو اختیار دیا جاتا تھا کہ ان دو میں سے جسے پسند کریں اختیار

کرلیں۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ میدان بے شک نیزہ تلوار کی جھنکار سے گونجا اور خوب گونجا اور بے شک اسلام نے ان ایام میں تلوار کے سایہ کے نیچے پرورش پائی لیکن یہ وہ تلوار نہ تھی جو کفر کے مٹانے کے لئے اٹھائی گئی بلکہ یہ وہ تلوار تھی جو ان لوگوں کے مقابلہ میں کھینچی گئی تھی جو تلوار کے زور سے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کیلئے اٹھے تھے اور جن کے دن رات اسی فکر میں گذرتے تھے کہ کسی طرح اسلام کے پودے کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیں پیشتر اس کے کہ وہ زمین کے اندر جڑ پکڑ سکے۔ یہ وہ دو خیالات ہیں جو اسلام کی ابتدائی لڑائیوں کے متعلق لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان خیالات میں سے کون سا خیال واقعی درست و حق ہے؟ اس سوال کا جواب ذیل کے اوراق سے ملیگا۔ وماتوفیقی الا باللہ ؕ

فلسفہ جنگ ہر ایک چیز کا ایک فلسفہ ہوتا ہے۔ اور جنگ کا بھی ایک فلسفہ ہے جس سے ہم کو جنگ کی ماہیت اس کی ضرورت اس کے قوانین اور اس کے آداب کا پتہ چلتا ہے۔ اور کسی جنگ کے حالات کو سمجھنے اور اس پر رائے دینے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ انسان اس فلسفہ جنگ سے واقف ہو اور جانتا ہو کہ جنگ کس چیز کا نام ہے اس کی ضرورت کیا ہوتی ہے اس کے قوانین کیا ہیں اور وہ کون سے آداب ہیں جو جنگ میں برتنے چاہئیں یا جو حسب ضرورت برتے جا سکتے ہیں۔ جب تک انسان ان باتوں سے واقف نہیں اس وقت تک وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ کسی جنگ کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکے یا طرفین کی حرکات کے جواز کے متعلق کسی درست فیصلہ پر پہنچ سکے۔ پھر یہی کافی نہیں کہ انسان اس فلسفہ سے صرف واقف ہی ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ رائے لگاتے وقت وہ اسے اپنے ذہن میں مستحضر رکھے کیونکہ جو لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں مگر رائے قائم کرتے وقت اسے اپنے ذہن میں مستحضر نہیں رکھتے وہ بھی ٹھوکر کھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے ایک مستحکم اور پُر امن سلطنت کے ماتحت بھلے مانسوں کی سوسائٹی میں عیش و عشرت کے سامان سے

آراستہ اپنے پُرتکلف گھروں میں آرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسلامی جنگوں کے حالات و ضروریات اور اس میں طرفین کی حرکات کے متعلق رائے لگائی ہے ان کی رائے اس وقت تک یقیناً غلط ہوئی ہے (خواہ وہ فلسفہ جنگ سے واقف بھی ہوں) جب تک کہ انہوں نے خاص کوشش کے ساتھ اپنے موجودہ حالات سے کُلّی طور پر انقطاع ذہنی کر کے اپنے ذہن میں اس عالم کا نقشہ نہیں پیدا کر لیا جس کے متعلق وہ رائے قائم کرنا چاہتے تھے۔ دراصل فلسفہ جنگ کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں +

مگر افسوس کہ اکثر مؤرخ جنہوں نے اسلام اور تاریخ اسلام کے متعلق قلم اُٹھایا ہے وہ ہمیشہ اس زرّین اصل کو بھول گئے ہیں اور اس کے نتیجہ میں وہ اسلامی جنگوں کے متعلق بالکل غلط نتائج پر پہنچے ہیں۔ انہوں نے یہ تو دیکھا کہ مسلمانوں نے تلوار اٹھائی اور کافروں کو خوب تہ تیغ کیا مگر اس طرف نظر نہ کی کہ کیوں تلوار اُٹھائی اور کن حالات کے ماتحت یہ جنگ وجدل ہوا اور کن لوگوں کو تلوار کی گھاٹ اُتارا گیا۔ اگر ان باتوں پر بھی ساتھ ہی غور کر لیا جاتا تو یقیناً یقیناً نتیجہ وہ نہ نکلتا جو اب نکالا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک وہ شخص جو فلسفہ جنگ کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھکر ان باتوں پر نظر ڈالیگا وہ یقیناً یہی رائے قائم کریگا کہ مسلمان اپنی ہستی کے قیام کے واسطے اس بات پر مجبور تھے کہ تلوار اُٹھاتے اور یہ کہ وہ لوگ جو کہ مسلمانوں کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے وہ قوانین جنگ کے ماتحت اسی سزا کے مستحق تھے بلکہ اس سے بھی بڑھکر مجرم کی سزا صرف اس شخص کے دل میں رحم پیدا کر سکتی ہے جو یا تو اس کے جرم کو کماحقہ نہیں سمجھا اور یا خود مجرم کی طرح بنی نوع انسان کا دشمن ہے۔ کفّار مکّہ اور مشرکین عرب اور تمام وہ لوگ جن کے ساتھ ابتدا میں اسلام کا جنگی سامنا ہوا اپنی ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے سخت سے سخت سزا کے مستحق ہو چکے تھے اور یہ بانیٔ اسلام کا کمال رحم تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے ان سے اسقدر درگذر کیا گیا اور اتنے سالوں تک اُن سے تعرض نہ کیا کیا گیا ورنہ حالات ایسے تھے کہ اگر ان ابتدائی مسلمانوں کی جگہ موجودہ یورپ کی کوئی مہذب سے مہذب سلطنت بھی ہوتی تو اس سے بہت زیادہ قلیل عرصہ میں وہ کچھ کر گذرتی

کہ جو اسلام نے اپنی ساری تاریخ میں نہیں کیا۔ اب ہم اصل بحث کو لیتے ہیں :

کیا اسلام مذہب کے معاملہ میں جبر کی تعلیم دیتا ہے

ابتدائی اسلامی لڑائیوں پر نظر ڈالنے سے پیشتر ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ اسلام مذہبی معاملات میں تلوار اٹھانے کی اجازت بھی دیتا ہے یا نہیں؟ یعنی کیا اسلامی تعلیم کی رو سے یہ جائز ہے کہ لوگوں کو بزور مسلمان کیا جاوے اور تلوار کے ذریعہ سے اسلام پھیلایا جاوے؟ اگر اسلام ہم کو اجازت دیتا ہے کہ ہم ایسا کریں تو بیشک معاملہ مشتبہ ہو جائیگا کیونکہ اس صورت میں اس بات کا امکان ہوگا کہ شائد ابتدائی اسلامی جنگیں بھی لوگوں کو بزور مسلمان بنانے کے لئے کی گئی ہونگی لیکن اگر اسلامی تعلیم کی رو سے یہ بات ثابت ہو کہ دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں تو پھر لامحالہ ہم کو تمام ابتدائی اسلامی جنگوں کو اسی اصل کی روشنی میں دیکھنا ہوگا اور یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ یہ لڑائیاں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے نہیں کی گئیں بلکہ ان کی غرض کوئی اور تھی کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں کہ خود بانیٔ اسلام نے اسلام کی صریح تعلیم کے خلاف قدم مارا ہو :

اب ہم قرآن شریف پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں صاف الفاظ میں لکھا پاتے ہیں :-

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (پ ۳ ع)

"دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تحقیق ہدایت اور ضلالت کے درمیان کھلا کھلا فرق اور امتیاز ہے"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر کرنا جائز نہیں اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی ہے اور وہ یہ کہ جبر تو وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور دلائل کی کمزوری ہو لیکن اسلام کی تعلیم تو ایسی کھلی کھلی ہدایت ہے کہ ہر وہ شخص جو تعصبات سے الگ ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کرے وہ بآسانی اس نور ہدایت کو دیکھ سکتا ہے۔ دیکھئے یہ کیسی صاف اور واضح تعلیم ہے۔ ظاہر ہے

کہ جبر کی وہاں ہی ضرورت پیش آئیگی جہاں کوئی تعلیم ناقص ہے اور اپنی خوبی کے زور سے لوگوں کے دلوں کے اندر گھر نہیں کر سکتی مگر خدا فرماتا ہے کہ اسلامی تعلیم تو کھلی کھلی ہدایت ہے اور اپنی خوبی کے زور سے لوگوں کے دلوں کے اندر گھر کر سکتی ہے پس اس کے منوانے کے لئے جبر کیسا؟ اسی واسطے قرآن شریف میں فرمایا :-

انما علی رسولنا البلاغ المبین (پ ع)

"سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے رسول پر تو صرف کھول کھول کر پیغام حق پہنچا دینا ہے" آگے ماننا نہ ماننا لوگوں کا کام ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے فرمایا :-

قل یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل (سورۃ یونس)

"تو کہدے اے لوگو تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے پس جو شخص ہدایت کو قبول کریگا تو اس کا فائدہ خود اس کے نفس کو ہی پہنچیگا اور جو گمراہی کو اختیار کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی کی جان پر ہے اور میں تم لوگوں پر وکیل نہیں ہوں"

غرض اسلام ہرگز اس بات کو جائز قرار نہیں دیتا کہ کسی شخص کو جبر کے ساتھ اسلام کے اندر داخل کیا جاوے بلکہ صاف تعلیم دیتا ہے کہ دین کے معاملہ میں ہرگز کوئی جبر واکراہ نہ ہونا چاہیئے۔ اس صریح تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے تلوار اس غرض سے اٹھائی تھی کہ لوگوں کو بجبر اسلام منوایا جاوے پس حق یہی ہے کہ اسلام نے اپنی خوبیوں کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں گھر کیا مگر جن لوگوں نے اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانا چاہا ان کے خلاف تلوار اٹھائی گئی تا اسلام ان کے حملوں سے محفوظ رہے ؛

اسلامی لڑائیوں کی ابتداء

اب ہم اسلامی مغازی کو لیتے ہیں مگر اس سے پہلے ہم مختصراً دو باتیں بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں جن کے

نہ جاننے کی وجہ سے بعض لوگوں نے اسلامی جنگوں کے متعلق بہت غلط خیالات دل میں قائم کر لئے ہیں :-

(۱) ابتدائی اسلامی لڑائیوں کے متعلق عام طور پر مورخین کو یہ غلطی لگی ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی تمام جنگوں کو ایک ہی معیار سے پرکھتے ہیں اور ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں اسلئے ٹھوکر کھاتے ہیں حالانکہ در اصل ابتدائی اسلامی لڑائیاں جو آنحضرت صلعم کو پیش آئیں دو قسم کی تھیں :-

(الف) **دفاعی لڑائیاں**۔ یہ وہ ابتدائی لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کو عموماً مشرکین عرب (خصوصاً قریش مکہ) کے ساتھ کرنی پڑیں۔ یہود کے ساتھ بھی بعض لڑائیاں اسی ضمن کے ماتحت ہوئیں۔ ان دفاعی لڑائیوں سے تمام وہ لڑائیاں مراد ہیں جو دشمن کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی غرض سے کی گئیں خواہ وہ اس صورت میں ہوں کہ کسی قوم نے اسلام اور مسلمانوں کو بزور مٹانا چاہا تو اس کا مقابلہ کیا گیا یا اس صورت میں ہوں کہ مسلمانوں پر دشمن نے چڑھائی کی اور مسلمانوں نے اس کا مقابلہ کیا یا اس صورت میں کہ مسلمانوں کو دشمن کے کسی بد ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے پیش بندی کے طور پر اس پر چڑھائی کردی وغیرہ وغیرہ +

(ب) **سیاسی لڑائیاں** یعنی وہ لڑائیاں جو سیاسی ضروریات کے ماتحت کی گئیں مثلاً کبھی کسی حلیف نے عہد شکنی کی تو اس کے خلاف فوج کشی کی گئی یا کسی قبیلہ نے سرکشی یا دغا بازی یا بغاوت کی تو اُسے سزا دی گئی یا ملک کے اندر قیام امن کے واسطے کوئی جنگی کارروائی کی گئی یا حد پر کوئی شورش ہوئی تو فوج کشی کی گئی یا اور کسی سیاسی وجہ سے کسی سلطنت یا قبیلہ سے جنگ پیش آگیا وغیرہ وغیرہ +

یہ مختصراً وہ دو صورتیں ہیں جن میں آنحضرت صلعم ✤ کو تلوار اُٹھانی پڑی اور ہر ایک عقلمند

✤ اس جگہ ہم نے صرف آنحضرت صلعم کی جنگوں کو مدِنظر رکھکر دو قسمیں قرار دی ہیں۔ اگر خلفائے راشدین کے جنگوں کو بھی لیا جاوے تو غالباً ایک تیسری قسم قرار دینی ہوگی مگر اس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔ منہ

سمجھ سکتا ہے کہ یہ صورتیں قوانین جنگ کے ماتحت نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہیں۔ مگر مؤرخین کو عام طور پر یہ غلطی لگی ہے کہ انہوں نے تمام ابتدائی اسلامی لڑائیوں کو ایک ہی قسم قرار دیکر ایک ہی معیار سے پرکھنا چاہا ہے جس کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہوا ہے کہ بعض جنگوں کے وجوہات کا جواز ثابت کرنے میں ان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

یہ بات بھی اس موقع پر یاد رکھنی چاہیئے کہ گو ہم نے اغراض اور مقاصد کے لحاظ سے ابتدائی اسلامی جنگوں کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک جنگ صرف ایک ہی قسم سے تعلق رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے کہ بعض جنگوں میں کئی مقاصد مدنظر تھے یعنی بعض جنگیں دفاعی بھی تھیں اور سیاسی بھی اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جنگیں جو آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں مسلمانوں کو پیش آئیں وہ زیادہ تر قسم اوّل سے تعلق رکھتی تھیں جیسا کہ آپ کے حالات زندگی سے ظاہر ہو جائیگا۔ نیز یہ کہ باوجود دفاعی ہونیکے ان میں اللہ کی طرف سے ایک سزا اور عذاب کا پہلو بھی موجود تھا یعنی ان جنگوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کے ان مظالم کا مزا چکھایا جو انہوں نے کمزور اور بے بس مسلمانوں پر کیے تھے۔ واللہ اعلم۔

(۳) دوسرے یہ بات جاننا ضروری ہے جس کے نہ جاننے کی وجہ سے مؤرخین کو بہت سی مشکلات کا سامنا پیش آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ابتدائی لڑائیاں تمام کی تمام مستقل لڑائیاں نہیں ہیں کہ ان سب کے لئے الگ الگ وجوہات موجود ہونے ضرور ہوں بلکہ ان میں سے اکثر ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں مثلاً کفار مکہ کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں وہ سب کی سب (سوائے غزوہ فتح مکہ کے جو عہد نامہ صلح حدیبیہ کے بعد ہونے کی وجہ سے ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے) ایک ہی جنگ کی مختلف لڑائیاں تھیں۔ پس ان کے لئے الگ الگ وجوہات تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہاں صرف یہ ضرورت ہے کہ ہم دیکھیں کہ یہ جنگ شروع کس طرح ہوا اور اس کی

کیا وجوہات تھیں۔ جب دو قوموں کے درمیان جنگ شروع ہوتا ہے تو پھر اس جنگ کے دوران میں خواہ کتنی بھی لڑائیاں ہوں وہ سب ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہونگی کیونکہ جب تک ان دو نوں قوموں کے باہمی تعلقات پھر درست نہیں ہوجاتے اسوقت تک وہ دونوں قومیں حالت جنگ میں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوسری قوم پر چڑھائی کردیوے اور یہ چڑھائی قوانین جنگ کے مطابق بالکل روا اور جائز ہوگی ۔ مثلاً قریش مکّہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ شروع ہوا ۔ ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑتے کہ وہ کیوں شروع ہوا اور کس کی زیادتی تھی لیکن قوانین جنگ کے ماتحت ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب ایک دفعہ کسی وجہ سے ان اقوام کے درمیان جنگ کی حالت پیدا ہوگئی تو پھر اس وقت تک کہ ان ہر دو اقوام کے باہمی تعلقات ایک باقاعدہ عہدنامے کے ذریعے سے منضبط نہیں ہوگئے یعنی صلح حدیبیہ تک تمام وہ جنگی کارروائی جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی طرف سے قریش کے خلاف ہوئی وہ قوانین جنگ کے عین مطابق اور روا تھی خواہ روایۃً ہم ان سب کے لئے الگ الگ وجوہات نہ نکال سکیں ؎

وجوہات جنگ مسلمانوں کی تلوار سب سے پہلے قریش مکّہ کے خلاف اُٹھی اور انہیں کے جنگ سے اس عظیم الشان جنگی سلسلے کا آغاز ہوا جس نے ایک قلیل عرصہ میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر اسلام کا تسلط قائم کردیا۔ اس جنگ کی کیا وجوہات تھیں؟ اس کے متعلق ہم کو کسی لمبے چوڑے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ بعثت کے بعد مکّہ میں آنحضرت صلعم کی تیرہ سالہ زندگی میں جو جو مظالم قریش نے کمزور اور بے بس مسلمانوں پر کیئے وہ ان دو اقوام کے اندر جنگ چھڑ جانے کا ایک بہت کافی باعث تھے ۔ عرب جیسے جاہل اور آزاد ملک میں قریش جیسی وحشی اور متکبر قوم جو جو بھی مظالم کمزور مسلمانوں پر روا رکھ سکتی تھی وہ سب اس نے کئے ۔ مسلمانوں پر ہنسی اور مذاق اڑایا گیا ۔ ان کو بزور عبادت سے روکا گیا اور جبراً توحید کے وعظ سے منع کیا گیا ۔ ان کے خلاف طعن و تشنیع اور گندی گالی گلوچ سے کام لیا گیا ۔ ان کو

نہایت بیدردانہ طور پر مارا اور پیٹا گیا۔ ان کے آدمیوں کو بے گناہ ظالمانہ طور پر قتل کیا گیا۔ ان کی عورتوں کی سخت بے حرمتی کی گئی حتیّٰ کہ کمبخت ابوجہل نے ایک بے گناہ غریب مسلمان عورت کی شرم گاہ میں نیزا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانوں کے بیوی بچوں بلکہ خود ان کو بھوک پیاس سے تباہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ان کو ایک شعب میں محصور کر دیا گیا۔ ان کے مال و متاع چھینے گئے حتیّٰ کہ ان میں سے اکثر کو اپنا مالوف وطن چھوڑنا پڑا اور جو ٹھیرے وہ سینہ پر پتھر رکھکر ٹھیرے۔ پھر مسلمانوں کے پیارے آقا اور سردار جس کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے سخت سے سخت دُکھ دئے گئے اور اس کو برملا بے دردانہ تکلیفیں پہنچائی گئیں اور اس پر پتھر برسائے گئے حتیّٰ کہ اس کا بدن خون سے تر بتر ہو گیا اور آخر اس کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اور منصوبہ بھی ایسا کہ اس میں تمام قبائل قریش شریک تھے گویا وہ ساری قوم کا متفقہ فیصلہ تھا جس کی وجہ سے سرور کائنات کو چھپ چھپ کر اپنے وطن سے نکلنا پڑا تو کیا یہ مظالم دو قوموں کے اندر جنگ چھیڑ دینے کے لئے کافی نہیں؟ کیا قریش کی طرف سے یہ تمام مظالم جنگ کے اعلان کا حکم نہیں رکھتے؟ مگر محمد صلعم کا وجود رحمۃ للعالمین تھا وہ اس پر بھی ان سے درگذر ہی کرتا مگر تقدیر کے نوشتے پورے ہونے تھے۔ ظالم قریش نے آنحضرت صلعم کے مدینہ چلے جانے کے بعد بھی مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا اور برابر اپنی ظالمانہ کاروائیوں کو جاری رکھا بلکہ ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں کے صحیح سلامت نکل جانے نے ان کی آتش غضب کو اور بھی بھڑکا دیا ؛

چنانچہ بخاری کتاب المغازی میں روایت آتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو اس زمانہ میں ہی سعد بن معاذ عمرہ کے ارادہ سے مکّہ گئے اور امیہ بن خلف کے پاس ٹھیرے جو ان کا جاہلیت کے زمانہ کا دوست تھا۔ اور انہوں نے امیہ سے کہا "دیکھو کسی ایسے وقت کی تلاش رکھو جب کعبہ کے پاس کوئی نہ ہو اور میں بلا چھیڑ چھاڑ اس کا طواف کر سکوں"۔ چنانچہ امیہ ان کو دوپہر کے وقت ساتھ

لبیک کہا اور دونو کعبہ کے پاس پہنچے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہاں ابو جہل آنکلا جس نے سعد بن معاذ کو دیکھتے ہی امیہ سے کہا "اے ابو صفوان یہ تیرے ساتھ کون ہے؟" امیہ نے کہا "سعد بن معاذ ہے"۔ ابو جہل نے کہا "ہیں! تم مکہ میں امن کے ساتھ کعبہ کا طواف کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ تم نے (نعوذ باللہ) اس مرتد (یعنی محمدؐ) کو پناہ دی ہے اور تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اس کی حفاظت کرسکو گے اور اس کی مدد کرو گے۔ خدا کی قسم اگر ابو صفوان اب تیرے ساتھ نہ ہوتا تو تو اب اپنے گھر والوں کے پاس بچ کر نہ جاتا"۔ سعد نے غصہ کی آواز میں کہا "خدا کی قسم اگر تم نے ہم کو کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا شام کا تجارتی راستہ روک دینگے جو مدینہ کے پاس سے گذرتا ہے"۔

پھر اسی زمانہ کے متعلق روایت آتی ہے کہ ولید بن مغیرہ جو سرداران قریش میں سے تھا مکہ میں بیمار ہوا۔ اور جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگا۔ ابو جہل و ابو سفیان اور بعض اور سرداران قریش اس کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے حیران ہو کر رونے کا سبب دریافت کیا تو ولید بن مغیرہ نے جواب دیا "میں موت کے ڈر سے ہرگز نہیں روتا بلکہ اس ڈر سے روتا ہوں کہ کہیں محمدؐ کا دین ملک میں نہ پھیل جاوے اور مکہ اس کے قبضہ میں نہ آجاوے"۔ ابو سفیان نے جواب میں کہا "کچھ غم نہ کر میں اس بات کا ضامن ہوتا ہوں"۔ اس سے قریش کے ارادوں کا پتہ چلتا ہے جو وہ اسلام کے متعلق رکھتے تھے ۔

پھر ابو داؤد میں ایک روایت آتی ہے کہ انہی ایام میں یعنی آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد قریش نے عبد اللہ بن ابی بن سلول اور دوسرے بت پرستان مدینہ کو مکہ سے ایک خط بھیجا جس کے الفاظ یہ تھے :-

انکم اویتم صاحبنا وانا نقسم باللہ لتقاتلنہ او تخرجنہ او لنسیرن الیکم باجمعنا حتی نقتل مقاتلتکم ونستبیح نساءکم (ابوداؤد)

"تم لوگوں نے ہمارے آدمی یعنی محمد صلعم کو پناہ دی ہے اور ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے

ہیں کہ یا تو تم اس کو قتل کر ڈالو اور یا اس کو اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم اپنا سارا لاؤ لشکر لیکر تم پر حملہ کرینگے اور تمہارے آدمیوں کو قتل کر ڈالینگے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لینگے ''

یہ قریش کی طرف سے صرف ایک دھمکی ہی نہ تھی بلکہ انہوں نے واقعی قبائل عرب کے اندر آنحضرت صلعم کی دشمنی کی آگ بھڑکانی شروع کی اور چونکہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے سارے عرب پر ان کا ایک خاص اثر تھا اس لئے تمام عرب آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کا دشمن ہو گیا۔ قریش کے تجارتی قافلوں نے تو گویا اپنا یہ خاص فرض مقرر کر لیا تھا کہ راستہ میں سے گذرتے ہوئے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہیں۔ اسی قسم کی باتوں سے قریش کے بد ارادوں کا پتہ چلتا تھا اور در اصل وہ خفیہ خفیہ اس بات کی تیاری میں تھے کہ موقعہ پاکر مدینہ پر حملہ کر دیں مسلمانوں کو یہ خبریں پہنچتی تھیں اور وہ خوف سے سہمے جاتے تھے چنانچہ حاکم کی ایک روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:۔

عن ابیّ بن کعب قال لما قدم رسول اللہ صلے اللہ وسلم و اصحابہ المدینۃ واوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا لا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ وقالوا اترون انا نعیش حتیّٰ نبیت اٰمنین مطمئنین لا نخاف الا اللہ (لباب النقول سیوطی)

'' ابی بن کعب سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہؓ مدینہ میں آئے اور انصار نے ان کو پناہ دی تو تمام عرب ایک جان ہو کر ان کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا چنانچہ صحابہؓ ڈر کے مارے رات کو بھی ہتھیار لگا لگا کر سوتے تھے اور دن کو بھی ہتھیار پاس رکھتے تھے تاکوئی اچانک حملہ نہ ہو جاوے اور وہ ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ دیکھئے ہم اس وقت تک زندہ بھی رہتے ہیں یا نہیں کہ جب ہم

امن اور اطمینان کی راتیں گذاریں گے اور سوائے خدا کے ہم کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"

یہ خوف بیرونی دشمن کا تھا۔ دوسری طرف خود مدینہ کا یہ حال تھا کہ دو خطرناک دشمن گھر کے اندر موجود تھے ایک بدعہد یہود اور دوسرے منافقین جن کی خفیہ سازشوں نے ایک خطرناک صورت پیدا کر رکھی تھی۔ یورپ کے مؤرخ لکھتے ہیں کہ مدینہ میں محمد رسول اللہ کی پوزیشن مضبوط ہوگئی تھی اور اسی لئے جنگوں کا سلسلہ شروع کیا گیا حالانکہ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ مدینہ میں آپؐ کی پوزیشن بہت ہی زیادہ خطرناک اور نازک تھی۔ کیونکہ ایک طرف تو نہ صرف قریش مکّہ خود اپنی دشمنی میں اور بھی بھڑک اٹھے تھے بلکہ انہوں نے عرب کے مختلف قبائل کو بھی اسلام کے مخالف بھڑکا دیا تھا اور تمام عرب میں دشمنی کی آگ لگا دی تھی اور سب ملکر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے اور دوسری طرف خود شہر میں بدعہد یہود موجود تھے اور پھر منافقین کا ایک بڑا گروہ تھا جو اپنی خفیہ شرارتوں سے مار آستین بنا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی حالت مضبوط ہوگئی تھی اس لئے جنگ شروع کیا گیا! تعداد میں بے شک پہلے کی نسبت اب مسلمان کچھ زیادہ تھے لیکن کیا کوئی اس اضافہ کو قبائل عرب کی بڑھتی ہوئی مخالفت کے مقابلہ کے لئے کافی قرار دے سکتا ہے؟

خود مسلمانوں کی حالت دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم "ہم نے تو تم پر قتال فرض کیا ہے لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ لڑنا تم پر ایک بوجھ اور مشقت ہو رہا ہے اور تم اس سے ڈرتے ہو"! پھر جنگ بدر کے موقعہ پر جو ابتداء جنگ سے ایک کافی عرصہ بعد وقوع میں آیا جبکہ مسلمانوں کی حالت نسبتاً اور بھی مضبوط ہو چکی تھی عام طور پر مسلمانوں کا حال تھا کہ کانھم یساقون الی الموت (سورۃ انفال) "وہ یہ سمجھتے تھے کہ گویا وہ موت کے منہ میں دھکیلے جا رہے ہیں"۔ ایسی مصیبت اور تکلیف کے وقت میں مسلمانوں کا بھروسہ صرف خدا کی ذات پر تھا ؛

خدا کی طرف سے قتال کی اجازت غرض قریش کی طرف سے ان کی تمام پچھلی کارروائیاں اور

موجودہ جنگی تیاریاں زبان حال سے اعلان جنگ تھیں بلکہ جب سے آنحضرت صلعم نے اسلام کی دعوت شروع کی تھی اسی وقت سے ان کی طرف سے آپ کے خلاف اعلان جنگ ہو چکا تھا۔ مگر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتال کی اجازت نہ تھی بلکہ جیسا کہ باب چہارم میں گذر چکا ہے آنحضرت صلعم کو صبر اور درگذر کا حکم تھا مگر اب قریش کی مخالفت کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا اور وقت آچکا تھا کہ ظالم کو ظلم سے بزور روکا جاوے۔ چنانچہ خدا کی غیرت جوش میں آئی اور جہاد کی اجازت ان الفاظ میں نازل ہوئی:-

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (سورۃ حج رکوع ۶)

"اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر بہت قادر ہے۔ وہ ظلم کے ساتھ اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اس لئے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس طرح بعض کے ساتھ بعض کا دفاع نہ کرے تو راہبوں کے تکیے عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معبدخانے اور مساجد جن میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے تمام مسمار کر دی جاویں اور اللہ اس کی ضرور مدد کریگا جو اس کی مدد کرتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غالب ہے"

یہ وہ آیت کریمہ ہے جو سب سے پہلے جنگ کی اجازت کے متعلق نازل ہوئی اس آیت سے بھی صاف پتہ لگ رہا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے لڑائی اور جنگ و جدال کی ابتدا نہ تھی بلکہ وہ لڑنے پر مجبور کیئے جاتے تھے ؛

جہاد بالسیف کے متعلق بعض قرآنی آیات۔

اس موقعہ پر مناسب ہوگا کہ ہم چند وہ آیات قرآنی بھی درج کر دیں جو جنگ کی اجازت ملنے کے بعد جنگ کے متعلق وقتاً فوقتاً نازل ہوئیں کیونکہ ان سے اس جنگ کے وجوہات اور مسلمانوں اور کفار کی حالت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

”لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں مگر دیکھو اعتدا نہ کرنا کیونکہ تحقیق اعتدا کرنے والوں سے اللہ محبت نہیں رکھتا۔“

پھر فرمایا:۔

قاتلوا حتّٰی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ

”لڑو اس وقت تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کے لئے ہو جاوے“ یعنی دین کے معاملہ میں لوگوں کو کسی کا خوف اور ڈر نہ رہے کیونکہ جب تک کسی کا خوف ہے تو دین گویا اسی کے واسطے ہے نہ کہ خدا کے واسطے۔ اس آیت میں ان کمزور لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مشرکین کے ڈر کی وجہ سے اسلام کی طرف توجہ نہ کر سکتے تھے یا جو دل میں اسلام کی طرف مائل ہو چکے تھے مگر اس کا اظہار نہ کر سکتے تھے تو گویا فرمایا کہ اس وقت تک لڑو کہ یہ حالت دُور ہو جاوے اور ملک میں فتنہ نہ رہے بلکہ مذہبی آزادی قائم ہو ؛

پھر کفار مکّہ کے خلاف مسلمانوں کو جو ظاہری حالات کے لحاظ سے جنگ سے ڈرتے تھے جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔

"اور تم کو کیا ہے کہ تم نہیں لڑنا چاہتے اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے واسطے جو (مکہ میں ہیں اور) کمزور ہیں مردوں میں سے اور عورتوں میں سے اور بچوں میں سے۔ جو اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی میں سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی اور مددگار بنا"

اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں میں سے مکہ میں رہتے تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے اور قریش کے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔

پھر فرمایا:-

وان استنصروکم فے الدّین فعلیکم النصر الا علیٰ قوم بینکم و بینھم میثاق -

"اور اگر تم سے وہ مسلمان جنھوں نے ہجرت نہیں کی دین کے معاملہ میں مدد طلب کریں تو تمہارا فرض ہے کہ ان کو مدد دو لیکن ایسی قوم کے خلاف تم مدد نہیں دے سکتے جس کا تمہارے ساتھ کوئی عہد و پیمان ہے"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اسلام نے معاہدہ کو تمام حقوق سے بالا تر رکھا ہے حتیٰ کہ معاہدہ والی مشرک قوم کو مسلمانوں پر بھی ترجیح دی ہے۔

پھر فرمایا:-

الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدؤکم اول مرۃ اتخشونھم (سورۃ توبہ رکوع ۲)

"کیا تم ایسی قوم سے نہیں لڑو گے جس نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور رسول کے نکال دینے کا منصوبہ کیا؟ اور یہ وہی تو ہیں جنھوں نے تم سے خود ابتداء کی۔ کیا تم ان سے ڈر جاؤ گے؟"

پھر فرمایا:-

ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا

"اور یہ لوگ لڑتے ہی رہینگے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تم کو تمہارے دین سے اگر مقدور پا دیں"۔

پھر فرمایا:-

فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا۔ فان لم یعتزلوکم ویلقوا الیکم السلم ویکفوا ایدیھم فخذوھم واقتلوھم حیث ثقفتموھم واولٰئک جعلنا لکم علیھم سلطانا مبینا (سورۃ نساء رکوع ۱۲)

"اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑائی سے باز آجادیں اور صلح کا پیغام بھیجیں تو پھر اللہ کی طرف سے ان کے ساتھ تم کو لڑنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر وہ باز نہ آئیں اور صلح پر آمادہ نہ ہوں اور اپنے ہاتھوں کو تم سے نہ روکیں تو پھر تم پکڑو انکو جہاں بھی پاؤ اور ان سے لڑو کیونکہ اس صورت میں یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ کی طرف سے تم کو لڑنے کا صاف صاف حق پہنچتا ہے"۔

پھر فرمایا:-

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھاکم عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظلمون۔

"اللہ تعالیٰ نہیں منع کرتا تم کو اس بات سے کہ تم احسان اور نیکی کا معاملہ کرو ان لوگوں سے جو تم سے نہیں لڑتے دین کے معاملہ میں اور جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا تحقیق اللہ نیک سلوک کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ اللہ منع تو اس بات سے کرتا ہے کہ تم دوستانہ معاملہ رکھو ان لوگوں سے جو

تمہارے ساتھ دین کے معاملہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور نکالنے پر مدد دی ہے جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں وہ ظالم ہیں "

پھر فرمایا :-

قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم (انفال رکوع ۵)

" تو کہدے ان کافروں کو کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے اب بھی باز آجاوینگے توان کی گذشتہ کارروائیوں سے درگذر کیا جاویگا "

پھر فرمایا :-

لا یرقبون فی مؤمن الاّ ولا ذمۃ (توبہ رکوع ۲)

" یہ لوگ مومنوں کے معاملہ میں کسی رشتہ داری یا عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتے "

آنحضرت صلعم کی احتیاطی تجاویز

خیر جہاد کی اجازت ہوئی اور مسلمانوں کی تلوار جواب تک الٰہی حکم کے ماتحت نیام میں بند تھی نیام سے باہر نکل آئی اور جہاد بالسیف کا آغاز ہوا۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے قریش کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے واسطے تین طریق اختیار کیئے جو آپ کی جنگی قابلیت اور محتاط طبیعت کا ایک بیّن ثبوت ہیں :-

اوّل۔ آپ نے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے باہر روانہ کرنے شروع کیئے تا قریش اور ان کے حلفاء کی حرکات و سکنات کا علم ہوتا رہے۔ اور قریش کو بھی یہ خیال رہے کہ مسلمان بے خبر نہیں۔ اس احتیاط کی اس لئے ضرورت تھی کہ قریش اور ان کے حلیف قبائل کی طرف سے ہر وقت مدینہ پر حملے کا خطرہ تھا پس یہ ضروری تھا کہ قریش اور دوسرے قبائل عرب کی تمام حرکات و سکنات کا علم ہوتا رہے تاکہ وقت پر ان کے حملوں کا دفاع ہو سکے۔ اور مدینہ پر کوئی اچانک حملہ نہ ہو جاوے ۔

دوسرے یہ فوجی دستے اس غرض کو بھی پورا کرتے تھے کہ قریش کے تجارتی

قافلوں کی روک تھام ہو جاوے جو شام کے تجارتی راستہ پر مدینہ کے قریب سے ہو کر گذرتے تھے۔ کیونکہ اوّل تو یہ قافلے جہاں جہاں سے گذرتے تھے مسلمانوں کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکاتے جاتے تھے۔ دوسرے خود ان مسلح قافلوں کا مدینہ سے اتنا قریب ہو کر گذرنا مسلمانوں کے لئے ہر وقت کا خطرہ پیدا کرتا تھا۔ اس روک تھام کا لازمی نتیجہ یہ بھی تھا کہ دشمن کی تجارت میں روک پڑ جاوے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مکّہ و طائف وغیرہ کی آبادی کا سب سے بڑا آمد کا ذریعہ یہی تجارت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدیم تجارتی راستہ کے مخدوش ہو جانے کی وجہ سے قریش کو بہت ڈر پیدا ہوا اور وہ بہت گھبرائے چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں جنہوں نے بالآخر ان کو صلح پر مجبور کیا اس خیال کا بھی بہت حصّہ تھا ؎

تیسری بات جو آنحضرت صلعم نے کی وہ یہ تھی کہ آپ نے خود سفر اختیار کر کے اس پاس کے قبائل سے باہمی امن و امان کے معاہدے کرنے شروع کئے تا مدینہ کے ارد گرد کا علاقہ خطرہ سے محفوظ ہو جاوے۔ اس امر میں آپ نے خصوصاً ان قبائل کو مدّ نظر رکھا جو قریش کے شامی راستہ پر آباد تھے کیونکہ یہی وہ قبائل تھے جن سے قریش اپنے بد ارادوں میں بہت مدد لے سکتے تھے ؎

جہاد بالسیف کے متعلق ابتدائی کارروائیاں اور غزوہ ودّان

ہجرت کے دوسرے سال یعنی ماہ صفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ مدینہ سے نکلے ساٹھ مہاجرین کی جماعت آپ کے ساتھ تھی مدینہ چھوڑنے سے پہلے آپ نے مدینہ والوں کے لئے حضرت سعد بن عبادۃ کو امیر مقرر کیا اور مدینہ سے جنوب مغرب کی طرف مکّہ کے راستہ پر روانہ ہوئے اور اسّی نوّے میل کا سفر طے کر کے مقام ودّان تک پہنچے۔ اسی لئے اس غزوہ کو غزوہ ودّان کہتے ہیں اس علاقہ میں بنو ضمرۃ آباد تھے جو بنو کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ آنحضرت صلعم نے وہاں پہنچکر ان سے ایک معاہدہ کیا جس کی یہ

شرائط تھیں کہ بنو ضمرۃ کے جان و مال کی حفاظت کی جاویگی اور جو ان پر حملہ کریگا اس کے مقابلہ پر ان کی مدد کی جاویگی اور ان کا فرض یہ ہوگا کہ آنحضرت صلعم کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں بلکہ جب آنحضرت صلعم ان کو مدد کے لئے بلائیں تو یہ مدد کے واسطے آجاویں۔ اس غزوۃ کو غزوۃ ابواء بھی کہتے ہیں کیونکہ اسی علاقہ میں ابواء کی بستی بھی آباد ہے یہ وہی مقام ہے جہاں آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا اور جہاں ان کا مزار ہے۔ آنحضرت صلعم اس سفر میں پندرہ دن مدینہ سے غائب رہے +

سریۃ عبیدۃ ابن الحرث ✤ ودّان سے واپسی پر آنحضرت صلعم نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عبیدۃ ابن الحرث کی سرداری کے ماتحت ایک فوجی دستہ روانہ کیا۔ اس کی غرض غالباً قریش کی حرکات کے متعلق خبر رسانی تھی۔ آنحضرت صلعم نے اس دستے کے ساتھ ایک سفید جھنڈا بھی تیار کر کے روانہ کیا جو گویا فوجی علم تھا۔ یہ فوجی دستہ ایک مقام ثنیۃ المرۃ نزد مکّہ واقعہ حجاز تک پہنچا اور وہاں قریش کے ایک بڑے گروہ سے اس کا سامنا ہو گیا مگر کوئی قتال وغیرہ نہیں ہوا +

سریّہ حمزۃ بن عبد المطلب انہی ایام میں آنحضرت صلعم نے ایک اور دستہ باہر روانہ کیا اور اس کا امیر اپنے چچا حضرت حمزۃ کو بنایا۔ یہ دستہ تیس مہاجرین پر مشتمل تھا۔ مکّہ کے شامی راستہ پر سمندر کے کنارے کے پاس ایک مقام سیف البحر ہے اس جگہ قریش کے

✤ مؤرخین کی یہ اصطلاح ہے کہ اس مہم کو جس میں آنحضرت صلعم خود شریک ہوئے ہوں غزوۃ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کو جس میں آپ خود شامل نہ ہوں بعث یا سریّہ کہتے ہیں۔ منہ

ایک بڑے قافلہ سے جس کا سردار ابوجہل تھا اس دستہ کا سامنا ہوگیا مگر اس موقعہ پر بھی کوئی قتال نہیں ہوا بلکہ جیسا کہ مؤرخین لکھتے ہیں قبیلہ جہنیہ کے ایک رئیس نے جو طرفین کا پاسدار تھا بیچ میں آکر طرفین کو الگ الگ کر دیا ✣

غزوہ بواط

غزوہ ودان ماہ صفر میں ہوا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم بقیہ ماہ صفر اور ابتدائی ایام ماہ ربیع الاول مدینہ میں ٹھہرے اور اس کے بعد پھر مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیکر مدینہ سے نکلے۔ اس مہم کی وجہ مؤرخین عام طور پر یہ لکھتے ہیں کہ قریش کے قافلہ کے متعلق کوئی خبر پہنچی تھی یہ غزوہ اس کی بنا پر تھا۔ بہرحال آپ مدینہ سے نکل آئے اور مقام بواط تک پہنچے جو مکہ کے شامی راستہ کے قرب میں کوہ رضویٰ کے پاس واقعہ ہے۔ مگر حریف سے ملنا نہ ہوا اور چند روز کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے۔ اس سفر کی غیر حاضری میں آپ نے سائب بن عثمان بن مظعون اور بعض روایات کی رو سے سعد بن معاذ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا ✣

غزوہ العشیرہ

یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اس موقعہ پر بھی قریش کے ارادہ سے نکلے تھے اور آپ نے اپنے پیچھے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ مگر اس موقعہ پر بھی آپ کا حریف سے سامنا نہ ہوا۔ بالآخر آپ مقام عُشیرہ تک پہنچے جو مدینہ سے آٹھ منزل پر ینبع کے پاس واقعہ ہے۔ یہ جگہ شامی راستہ کے قرب میں

✣ واقدی اور ابن سعد وغیرہ اور ان کی اتباع میں عام مؤرخین نے ان مؤخرالذکر دو سرایا کو غزوہ ودان سے پہلے ہجرت کے پہلے سال میں بیان کیا ہے مگر میں نے اس جگہ ابن اسحٰق (بروایت ابن ہشام) کے قول کو ترجیح دی ہے جو ان کو غزوہ ودان کے بعد رکھتا ہے۔ منہ

واقعہ ہے یہاں پہنچکر آپنے قبیلہ بنو مُدلج کے ساتھ جو بنو ضمرۃ کی طرح بنو کنانہ کی ایک شاخ تھا معاہدہ کیا اور پھر مدینہ کی طرف واپس تشریف لے آئے ٭

کُرز بن جابر فہری کا حملہ اور غزوہ سَفوان

لیکن ابھی آپکو مدینہ میں پہنچے زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ قریش کے ایک رئیس کُرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر اپنے ایک دستہ کے ساتھ اچانک حملہ کیا اور آنحضرت صلعم کے مویشی لوٹ کرلے گیا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ملی تو آپنے ایک جماعت کے ساتھ اس کا تعاقب کیا مگر وہ بچکر نکل گیا۔ یہ واقعہ جمادی الثانیہ کا ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ سَفوان بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ کُرز کے تعاقب میں سَفوان تک پہنچے تھے جو بدر کے پاس ایک جگہ ہے۔ بعض مؤرخین اس غزوہ کو غزوۂ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہی شخص کُرز بن جابر بعد میں مسلمان ہو گیا اور آنحضرت صلعم نے اپنے ایک سریہ میں اسے امیر بھی بنایا۔ کُرز بن جابر غزوہ فتح مکہ میں شہید ہو گئے۔

کُرز بن جابر کا یہ حملہ ایک معمولی غارتگری کے طور پر نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی اور بد ارادے سے آیا تھا مگر مسلمانوں کو ہوشیار پاکر صرف اونٹوں پر ہاتھ صاف کرتا ہوا نکل گیا کیونکہ صرف چند اونٹوں کے واسطے اس کا اتنا لمبا سفر اختیار کرنا قرین قیاس نہیں۔ واللہ اعلم ٭

سریہ عبداللہ بن جحش

اسی سال رجب کے مہینہ میں یعنی غزوہ سَفوان کے تھوڑا عرصہ بعد آپنے آٹھ مہاجرین کا ایک دستہ تیار کیا اور اس پر عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبداللہ

٭ اس غزوہ کے بعد سریہ سعد بن ابی وقاص وقوع میں آیا جو آنحضرت صلعم نے خرار نزد مکہ کی طرف روانہ کیا تھا مگر میں نے اختصار کی غرض سے اسے چھوڑ دیا ہے۔ منہ

بن جحش اسلام میں پہلے شخص تھے جو امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے عبداللہ کو زبانی کوئی ہدایت نہیں دی بلکہ ایک بند تحریر ان کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ اس تحریر میں جو ہدایات درج ہیں ان کے مطابق عمل کرنا لیکن اس تحریر کو دو دن کے بعد کھولنا۔ عبداللہ اس تحریر کو لیکر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ دو دن کے سفر کے بعد عبداللہ بن جحش نے آنحضرت صلعم کی تحریر کھولکر دیکھی اور اس کو پڑھکر کہا "سمعاً وطاعةً" پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آنحضرت صلعم نے مجھے حکم دیا ہے کہ "میں وادی نخلہ میں جاؤں اور وہاں جاکر قریش کی حرکات کا پتہ لوں اور آنحضرت صلعم کو اس کی خبر لا کر دوں" اور آپ نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کروں بلکہ جو چاہے میرے ساتھ آوے اور جو چاہے واپس ہو جاوے۔ سو اب میں تو آنحضرت صلعم کے حکم کے ماتحت روانہ ہوتا ہوں جو میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے وہ آجاوے ابن ہشام کی روایت ہے کہ سب نے سر تسلیم خم کیا اور عبداللہ بن جحش کے ساتھ ہولئے لیکن راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ کھویا گیا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے مگر اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے۔ باقی اصحاب آگے روانہ ہوئے اور نخلہ پہنچے جو مکّہ کے پاس طائف کے راستہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں پہنچکر ان لوگوں نے انتظار کیا۔ اتفاق سے - - - - - - - - - - - - - - - - - - - وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ آنکلا۔ جب عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں نے اس قافلہ کو دیکھا تو آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دن رجب کا آخری دن تھا اور رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑنا ممنوع ہے کسی نے یہ صلاح دی کہ قافلہ پر حملہ کر دینا چاہیئے ورنہ اگر اگلے دن کا انتظار کیا گیا تو قافلہ حرم مکّہ میں داخل ہو جائیگا اور کسی نے لڑنے سے روکا۔ آخر اس گروہ

نے لڑتے ہی کا فیصلہ کیا اور واقد بن عبد اللہ تمیمی نے تیر چلا کر عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور اس کے بعد مسلمانوں نے قریش میں سے دو آدمی گرفتار کر لئے اور باقی ایک شخص سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ ان دو قیدیوں اور سامان غنیمت کو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور عبد اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام

"میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم شہر حرام میں لڑائی کرو" اور آپ نے مال غنیمت کے لینے سے انکار کیا اور دو قیدیوں اور مال غنیمت کو بطور امانت کے رکھا اور تقسیم نہیں کیا۔ جب عبد اللہ اور اس کے ساتھیوں نے آنحضرت صلعم کی اس ناراضگی کو دیکھا تو سخت نادم ہوئے بلکہ بقول طبری انہوں نے یہ خیال کیا کہ بس ہم ہلاک ہو گئے۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کو بہت بُرا بھلا کہا چنانچہ مؤرخین نے ان کے الفاظ لکھے ہیں:۔

صنعتم مالم تومروا بہ و قاتلتم فی الشھر الحرام ولم تومروا بقتال

"تم نے وہ حرکت کی جس کا تم کو حکم نہ تھا اور تم نے شہر حرام میں قتال کیا حالانکہ تم کو قتال کا حکم نہ تھا" مخالفین اسلام نے بھی طعنہ دیا کہ محمد کے ساتھیوں نے شہر حرام کی حرمت کو توڑا ہے۔ غرض اس واقعہ سے مسلمانوں اور مخالفین اسلام دونو میں بہت شور ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت فیصلہ کا موجب ہوئی:۔

ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ قل قتال فیہ کبیر
وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج
اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل۔

"لوگ تجھ سے شہر حرام کے اندر لڑائی کرنے کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو کہدے کہ بے شک لڑنا شہر حرام میں بُری بات ہے لیکن اللہ کے رستے سے زبردستی

روکنا اور اللہ کا کفر کرنا اور مسجد حرام سے بجبر روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو زبردستی وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑھکر بری بات ہے اور ملک میں فتنہ و فساد جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہ قتل سے شدید تر ہے"

اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلعم نے غنیمت کا مال تقسیم کر دیا۔ مگر اس دوران میں قریش کی طرف سے آدمی بھی پہنچ گئے جنہوں نے فدیہ دیکر اپنے دونو قیدیوں کو چھڑا لیا۔ لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گیا اور مدینہ میں ہی رہا اور دوسرا عثمان بن عبد اللہ بن مغیرۃ مکہ کو واپس چلا گیا اور کفر کی حالت میں مرا ❊

تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ نخلہ کے واقعہ نے قریش کی آتش غضب کو بہت بھڑکا دیا کیونکہ جو شخص قتل ہوا تھا یعنی عمرو بن الحضرمی وہ بڑے پائے کا شخص تھا اور عتبہ بن ربیعہ کا حلیف تھا جو قریش کا رئیس اعظم تھا۔ قید ہونے والوں میں سے عثمان بن عبد اللہ بھی بڑے شخصوں میں سے تھا اس لئے اس واقعہ نے قریش میں ایک آگ لگادی اور وہ ہر طرح عمرو الحضرمی کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور نیم جوشوں کے بھڑکانے کے واسطے ان کو ایک بہانہ مل گیا چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ بدر کے موقعہ پر سرداران قریش نے اس نسخہ سے بہت کام لیا ❊

اس سریہ کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی قتال کا حکم نہ دیا تھا بلکہ آپ نے ان لوگوں کو صرف اس غرض کے لئے بھیجا تھا کہ تا وہ قریش کی حرکات و سکنات کا پتہ لیں اور اس سے آپ کو اطلاع دیں جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں آنحضرت صلعم کو قریش کی طرف سے کسی خاص بد ارادے کی خبر پہنچی تھی جس کی وجہ سے اس خاص احتیاط کی ضرورت پیش آئی ❊

اس سریہ کے واقعات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے پہلے سریات بھی در اصل زیادہ تر خبر رسانی کی غرض سے تھے۔ کیونکہ ان ابتدائی سریات میں سے یہی ایک سریہ ہے جس کے اغراض کے متعلق تاریخ میں آنحضرت صلعم کے اپنے الفاظ محفوظ ہیں اور وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سریہ صرف خبر رسانی اور جاسوسی کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا لہٰذا اسی پر ان دوسرے سریات کو قیاس کرنا چاہیئے جن کی اغراض کے متعلق تاریخ میں آنحضرت صلعم کے اپنے الفاظ محفوظ نہیں۔ اور قافلوں کی روک تھام کا خیال مؤرخین کا اپنا قیاس ہے جو اس قیاس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔ واللہ اعلم ٭

ان ابتدائی غزوات و سریات پر ایک نظر اور ایک اعتراض کا جواب

اب ہم تمام ابتدائی غزوات اور سریات سے گذر چکے ہیں اس کے بعد جنگ بدر کا واقعہ ہے جس سے قریش اور آنحضرت صلعم کے درمیان مستقل کشت و خون کا آغاز ہوتا ہے۔ ان ابتدائی غزوات و سریات کی اغراض میں مؤرخین صرف یہ الفاظ لکھدیتے ہیں کہ یعترض لعیر قریش یعنی قریش کے قافلوں کی روک تھام ان کی غرض تھی۔ مگر یہ مؤرخین کا صرف اپنا خیال ہے ورنہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان غزوات و سریات کی اغراض میں قافلوں کی روک تھام کا اتنا حصہ نہیں تھا جتنا (۱) خبر رسانی اور (۲) قبائل عرب کے ساتھ امن امان کے معاہدوں کا حصہ تھا۔ بے شک قریش کے قافلوں کی روک تھام بھی ہوئی اور وہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ضروری تھی لیکن غزوات و سریات کی علت غائی یہی روک تھام سمجھنا درست نہیں اور اگر مؤرخین کے اپنے قیاس کو الگ رکھیں تو تاریخ بھی ہرگز اس کی تائید نہیں کرتی کما مرّ ٭

سب سے زیادہ اہم غرض جو تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے وہ خبر رسانی کی غرض ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کی اپنی تحریر متعلقہ واقعہ نخلہ سے ظاہر ہے

جس کے یہ الفاظ تھے کہ فترصد بھا قریشا و تعلم لنا من اخبارھم (ابن ہشام)

"وادی نخلہ میں جاکر تم قریش کی گھات میں رہنا اور ان کی خبروں سے ہم کو اطلاع دینا" اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ تمام ابتدائی غزوات و سریات میں صرف یہی وہ سریہ ہے جس کی اغراض خود نبی کریمؐ کے اپنے الفاظ میں تاریخ کے اندر محفوظ ہیں باقی سب میں مؤرخین کا اپنا قیاس ہے لیکن ان کا قیاس اس قیاس کے مقابل میں قابل قبول نہیں جو آنحضرت صلعم کی اس تحریر کی بنا پر اور اس کی روشنی میں دوسرے سریات و غزوات کی اغراض کے متعلق کیا جا سکتا ہے۔

دوسری غرض آنحضرت صلعم کے تعامل اور ان غزوات کے نتائج سے ظاہر ہے یعنی قبائل عرب سے امن و امان کے معاہدے کرنا۔ تاکہ مدینہ کے ارد گرد کا علاقہ قریش کے شر سے محفوظ ہو جاوے۔

تیسرے درجہ پر بے شک قافلوں کے روک تھام کی غرض بھی ہو سکتی ہے مگر یہ بھی ہم صرف مؤرخین کے قیاس کی وجہ سے نہیں قبول کرتے بلکہ حضرت سعد بن معاذ کی اس دھمکی کی وجہ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے مکہ میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ابو جہل کو دی تھی۔ کما مرّ۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "قافلوں کی روک تھام" میں کیا غرض تھی؟ کیونکہ مؤرخین نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ صرف "روک تھام" کے ہیں جو (۱) اس غرض سے بھی ہو سکتی تھی کہ قریش کے قافلے ملک میں بدامنی پھیلاتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کو بھڑکاتے تھے اس لئے ان کو روکا جاوے اور (۲) اس غرض سے بھی ہو سکتی تھی کہ وہ عموماً کئی کئی سو مسلح آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ نکلتے تھے اور گویا ہر ایک قافلہ ایک فوجی دستہ تھا اور چونکہ یہ مدینہ کے بالکل قرب میں سے گذرتے تھے اس لئے ان کی آزادانہ آمد و رفت ہر وقت یہ خطرہ پیدا رکھتی تھی کہ قریش کی طرف سے مدینہ پر کوئی اچانک حملہ نہ ہو جاوے

اور (۳) اس غرض سے بھی ہو سکتی تھی کہ اس تجارت سے قریش کو بہت فائدہ پہنچتا تھا کیونکہ ان کی آمد کا یہی بہت بڑا ذریعہ تھا پس اس کے رو کنے سے ان کا زور ٹوٹ جاتا اور وہ صلح اور امن رکھنے پر مجبور ہو جاتے اور (۴) اس غرض سے بھی ہو سکتی تھی کہ مسلمان ان قافلوں کا مال و متاع لوٹ لیں ؛

یہ وہ چار مختلف اغراض ہیں جو امکاناً ان قافلوں کی روک تھام کی قرار دیجا سکتی ہیں۔ مگر ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس روک تھام میں کونسی اغراض مدّ نظر تھیں اور کونسی نہ تھیں؟ یعنی اگر مسلمانوں کی طرف سے کبھی قریش کے تجارتی قافلوں کی روک تھام کے لئے فوجی دستے روانہ ہوئے تو وہ کس نیت اور غرض سے روانہ ہوئے؟ یورپ کے مؤرخ چوتھی غرض یعنی لوٹ مار کی غرض کو اختیار کرتے ہیں اور قافلوں کی روک تھام کو اسی غرض و نیّت پر مبنی قرار دیتے ہیں اور اسطرح نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کی مقدس ذات کو ڈاکوؤں کا ایک لیڈر قرار دیکر ہنسی اڑاتے ہیں۔ ہم ان کی گالیاں تو سُننے کے عادی ہی ہیں لیکن افسوس ہے تو یہ ان چار اغراض میں سے یورپ کے مؤرخین نے صرف اسی غرض کو اختیار کیا ہے جس کے متعلق احادیث میں صریح ذکر آتا ہے کہ روک تھام کی یہ غرض نہ تھی اور جس کے خلاف نہایت مضبوط تاریخی قرائن موجود ہیں۔ کیا باقی تمام اغراض کو الگ رکھکر صرف اس غرض کو اختیار کرنا جس کے خلاف نہ صرف مضبوط تاریخی قرائن موجود ہوں بلکہ احادیث میں صریح ذکر موجود ہو کہ یہ غرض نہ تھی ایک دیدہ دانستہ بددیانتی کا فعل نہیں؟ مگر ہم کس کس ظلم کا شکوہ کریں۔ اسلام اور بانیٔ اسلام کی ہر بات کے متعلق مہذب یورپ کا یہی دستور ہے کہ اسے بُری روشنی میں دکھایا جاوے ؛

افسوس یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر بفرض محال یہ غرض تسلیم بھی کر لیجاوے تو حالت جنگ میں یہ ڈاکہ اور لوٹ مار نہیں کہلاتی ... ...

... ... کیونکہ حالت جنگ میں دشمن کے قافلوں پر حملہ کرکے

ان کا مال و متاع لُوٹ لینا قوانینِ جنگ کے مخالف نہیں بلکہ دشمن کو کمزور کرنے اور اس کو صلح پر مجبور کرنے کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ دیکھو یورپ کی گذشتہ عظیم الشان جنگ میں ہماری گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ برطانیہ نے جو ایک عادل اور انصاف پسند گورنمنٹ ہے نہ صرف اپنے دشمنوں کے تمام تجارتی راستے بزور بند کر دیئے تھے بلکہ جو کوئی بھی دشمن کا جہاز ملتا تھا اس پر حملہ کر کے اس کا مال و متاع لُوٹ لینے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کیا اسے بھی ڈاکہ کہو گے؟ پس اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ اس روک تھام کی غرض قافلوں کا لوٹنا تھا تو پھر بھی کوئی جائے اعتراض نہیں کیونکہ طرفین حالتِ جنگ میں تھے جس میں یہ سب باتیں جائز بلکہ ضروری ہیں ؛

مگر سنو! یہ بات ہی غلط ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے اگر قریش کے قافلوں کی کوئی روک تھام ہوئی تو وہ لُوٹ کی غرض سے تھی کیونکہ :۔

اوّل تاریخ میں لُوٹنے لٹانے کا ہرگز کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ تمام قرائن اس طرف مائل ہیں کہ اس روک تھام کی غرض یہ تھی کہ قریش کو قبائلِ عرب کے اندر دشمنی اور شرارت پھیلانے سے روکا جاوے اور ان کو اسطرح مسلح صورت میں مدینہ کے آس پاس سے نہ گذرنے دیا جاوے اور قریش کا تجارتی راستہ بند کر دیا جاوے۔ ان تینوں اغراض کے تاریخی ثبوت موجود ہیں جو میں مختصر اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مگر اس چوتھی غرض کا تاریخ میں قطعاً کوئی ثبوت نہیں۔ اور اگر کبھی کسی قافلہ کے ساتھ مسلمانوں کی مٹھ بھیڑ ہو گئی اور قافلہ کو شکست ہوئی اور وہ اپنا مال متاع چھوڑ کر بھاگ نکلے جو مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تو اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ مہم کی غرض قافلہ کا لوٹنا تھا ؛

دوسرے ذرا اسلام کی تعلیم کی طرف بھی نظر کرو۔ کیا وہ لُوٹ مار کی تعلیم دیتا ہے؟ کیا وہ فتنہ و فساد کو جائز قرار دیتا ہے؟ افسوس یہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اسلام کیسی سختی کے ساتھ فتنہ و فساد اور لُوٹ و غارت سے منع کرتا

ہے پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خود بانیِ اسلام نے مسلمانوں کو اس کی تعلیم دی ہو؛

تیسرے ہم کتب احادیث میں نہایت صراحت کے ساتھ یہ لکھا پاتے ہیں کہ ان مہمات میں آنحضرت صلعم لوٹ کے خیال تک کو گناہ عظیم خیال فرماتے تھے اور اسی کی لوگوں کو تعلیم دیتے تھے چنانچہ ابو داؤد میں صاف روایت آتی ہے۔

ان رجلا قال یا رسول اللہ رجل یرید الجهاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضا من الدنیا فقال لا اجر له فاعاد علیه ثلاثا کل ذلك یقول لا اجر له (ابو داؤد)

"ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص ہے جو واقعی اللہ کی راہ میں جہاد کی نیت رکھتا ہے مگر ساتھ ہی اسے یہ بھی خیال ہے کہ دنیا کا مال و متاع بھی مل جائیگا دکیا ایسے شخص کے لئے کوئی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا ایسے شخص کے واسطے کوئی اجر نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے حیران ہو کر تین دفعہ اپنا سوال دُہرایا مگر آنحضرت صلعم ہر بار یہی فرماتے گئے کہ ایسے شخص کے واسطے کوئی اجر نہیں ہے" (ابو داؤد)

کیا اس تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مہمیں لوٹ و غارت کی غرض سے تھیں؟ ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ مگر انصاف شرط ہے"

(باقی آئندہ)

تبلیغی اخبار احمدیہ

لنڈن مشن قاضی صاحب جیسا کہ احباب کو معلوم ہوگا جمعہ کے روز دار الامان پہنچ گئے۔ گو انہوں نے بمبئی سے اپنی تشریف آوری کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو تار دیا تھا مگر وہ خود تار سے پہلے تشریف

لے آئے اور ان کے پہنچنے کے بعد دوسرے دن حضرت کو تار ملا۔ غالباً ایک ماہ تک وہ ابھی آرام کرینگے ؂

مسٹر ساگر چند صاحب بیرسٹر ایٹ لا ۵۔ دسمبر کو قادیان تشریف لائے چند اصحاب حضرت کے ارشاد کے ماتحت استقبال کے لئے تھوڑی دور قصبہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ احباب کو دیکھتے ہی مسٹر ساگر چند صاحب ٹانگے سے اتر آئے اور بڑے تپاک سے سب سے مصافحہ کیا اور اسلام علیکم وعلیکم السلام ہوئی اور پیدل دارالامان تک پہنچے۔ راستہ میں کافی گرد تھی قاضی صاحب نے پوچھا کہ گرد وغبار سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ انہوں نے فرمایا کہ قادیان کی خاک دوسرے ممالک کی صفائی سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔ مدرسہ احمدیہ کے باہر ایک قطار میں تمام طلباء اور اُستادوں نے ان کا استقبال اور خیر مقدم کیا۔ سیدھے مسجد مبارک میں پہنچے تھوڑی دیر کے بعد حضرت اقدس تشریف لے آئے اور حضور نے ایک لمبی تقریر میں انہیں نصیحتیں کیں کہ ان کے امتحان اور آزمائش کا وقت ابھی آیا ہے۔ اگر وہ اس میں ثابت قدم رہینگے تو انشاءاللہ خدا تعالیٰ سے بڑے بڑے اجر پائینگے یہ تقریر مفصل انشاءاللہ الفضل میں چھپ جائیگی ؂

ملاقات کے بعد کھانا کھایا اور اسی روز وہ لاہور واپس تشریف لے گئے۔ جاتے وقت انہوں نے وعدہ کیا کہ حتی الوسع ہر ہفتہ قادیان آیا کرینگے۔ جلسہ کے موقعہ پر بھی تشریف لائینگے۔ گورداسپور کی بجائے ان کا ارادہ لاہور پریکٹس شروع کرنے کا ہے۔ آتے ہوئے بمبئی میں انہوں نے ایک لیکچر بھی دیا تھا ؂

مفتی محمد صادق صاحب کو ایک ارجنٹ تار دیا گیا ہے کہ وہ فوراً امریکہ تشریف لے جاویں۔ احباب دُعا فرماویں کہ وہ صحیح سلامت اس دُور دراز ملک کے اندر داخل ہو جاویں ؂

ماریشس | دو تین احمدی اس جزیرہ سے دارالامان تشریف لانے

والے ہیں۔ صوفی صاحب کی والدہ بھی سُنا ہے کہ ان کے ہمراہ آ رہی ہے۔ غالباً بمبئی پہنچ چکے ہیں۔ ایک دو روز میں یہاں پہنچ جائینگے۔ صوفی صاحب نے لکھا ہے کہ مقدمہ کے متعلق مفصل کاغذات ان کے ہاتھ روانہ کیئے ہیں۔ مقدمہ ابھی چل رہا ہے۔ احباب دُعا فرماویں کہ احمدیّت کو وہاں کامیابی ہو۔ آمین

مالابار مالابار سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں حال ہی میں پانچ اور غیر احمدیوں نے احمدیّت کو قبول کیا ہے۔ ان کے بیعت کے فارم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں: میاں عبدالرزاق صاحب۔ میاں عبدالقادر صاحب۔ محمد کنجی صاحب۔ مریم صاحبہ۔ مولوی عیدروس صاحب ؛

مصر برادر عبدالکریم صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ لکھتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر غلام علی خانصاحب وہاں سے ہندوستان روانہ ہو چکے ہیں اور وہ ہر ذریعہ سے تبلیغ میں مصروف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مختلف اخبارات کے ایڈیٹروں و دیگر اشخاص کے نام خطوط لکھے جارہے ہیں۔ مگر وہ لوگ دنیاوی دھندوں میں اس قدر مصروف ہیں اور دین سے اس قدر بیخبر ہیں کہ دینی امور میں بہت کم حصّہ لیتے ہیں۔ تاہم وہ اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں اور سعید روحیں احمدیّت کی طرف مائل ہو رہی ہیں چنانچہ اس خط کے ساتھ ہی ایک صاحب عبدالحمید ابن علی یونس کی بیعت کا فارم یہاں موصول ہوا ہے۔ خدا انہیں استقامت بخشے۔ آمین ؛

ایران اخویم محمد اسحٰق صاحب لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو کلمہ حق پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کی کوششوں کو بارآور کرے۔ وہاں کے باشندے اہل شیعہ ہیں اور اس بات کے معتقد ہیں کہ وہاں ایک خاص جگہ میں ایک چشمہ جاری ہونا شروع ہو جائیگا تو امام آخر زمان پیدا ہونگے۔ یہ سُن کر کہ امام آخر زمان آچکے ہیں۔ حیران سے رہ جاتے ہیں ؛

بغداد

مرزا محمد حسن صاحب بغداد سے تحریر کرتے ہیں۔ کہ ان کو گذشتہ تھوڑے سے عرصہ میں وہاں تبلیغ کا کافی موقعہ ملا۔ کئی آدمیوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں۔ (۱) استفتا۔ مواہب الرحمٰن۔ نجم الہدیٰ وغیرہ دی گئیں۔ جن میں سے بعض نے پڑھیں یا پڑھنے کا وعدہ کیا۔ جو امید ہے کہ مفید اثر پیدا کرینگی۔ نیز وہ لکھتے ہیں۔ کہ وہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت نہایت بگڑی ہوئی ہے۔ عورتوں کا لباس یوروپین طرز کا ہے۔ اور اُن کے ہاتھ۔ مُنہ۔ اور پاؤں مختلف تصاویر و دیگر نشانات سے پُر ہوتے ہیں۔ شراب کی کثرت ہے۔ مُنہ میں سونے کے دانت لگوانے کا رواج بہت عام ہے۔ مرد عورتیں سب لگواتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر کے روضہ کے گدی نشین نے بھی لگوائے ہوئے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم ہے۔ مگر اب برطانیہ گورنمنٹ سکول قائم کر کے اُن لوگوں کو تعلیم اور تہذیب کی طرف لانیکی کوشش کر رہی ہے ۔

سیلون

سیلون سے امید افزا خطوط آتے ہیں۔ حال ہی میں احمدیہ جماعت سیلون نے جناب قاضی محمد عبداللہ صاحب کا انگریزی لیکچر The crying need of the age fulfilled. نئے سرے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ گو اس جماعت کی مالی حالت ایسی اچھی نہیں۔ تاہم وہ ہمیشہ احمدیہ لٹریچر کے شائع کرنے میں بڑی سرگرمی سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہو۔ آمین ۔

تفصیل بقایا یکم جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

تعلیم	۶	۱۲	۶۹۴۷
قرضہ	۰	۰	۱۰۰۰
مساکین	۵	۷	۸۵۷۵
زکوٰۃ	۸	۷	۱۴۵۵
اشاعت	۰	۱۴	۶۴۸۵
بورڈران ہائی	۳	۶	۸۶۴
مقبرہ	۵	۵	۱۵۶۰۰
بورڈران احمدیہ	۹	۴	۵۰۸
امانت اندرونی	۹	۱۲	۴۱۰۴
پراویڈنٹ فنڈ	۰	۱۰	۲۰۸۵
امانت بیرونی	۰	۰	۹۵
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۰۲
میزان	۳	۳	۵۱۶۲۵
منہائی فاضل	۸	۹	۳۲۹۷۵
	۷	۹	۱۸۶۴۹
منہائی پیشگی	۶	۸	۱۷۷۵۱
اصل باقی	۱	۱	۸۹۸

تفصیل فاضلہ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

یتامیٰ	۱	۴	۷۶۸
مدرسہ احمدیہ	۴	۱۱	۵۳۹۰
لنگر خانہ	۵	۱۲	۱۱۹۴۱
متفرقات	۱۰	۲	۶۱۵۵
وظائف	۳	۱۵	۳۸۹۰
تعمیر	۹	۱۱	۴۸۲۵
میزان	۸	۹	۳۲۹۷۵

محاسب
عبد المغنی

ناظر
محمد اشرف

بقایا صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ تا یکم اگست سنہ ۱۹۱۹ء

تعلیم	۶۹۵۹	۱	۴
اشاعت اسلام	۶۰۰۰	۱۴	۹
قرضہ	۱۰۰۰	۰	۰
مساکین	۱۸۱۸	۱۴	۸
زکوٰۃ	۱۹۱۲	۱۵	۸
بورڈران ہائی	۲۶۴۶	۰	۳
مقبرہ بہشتی	۶۱۴۶	۱۰	۵
بورڈران احمدیہ	۲۹۱	۱۲	۰
امانت اندرونی	۴۶۰۵	۱۲	۹
بیرونی	۹۵	۰	۰
پرائیویٹ فنڈ	۲۳۸۰	۴	۰
مستقل فنڈ	۳۹۰۲	۲	۶
میزان	۵۵۳۶۳	۸	۴
فاضلہ	۳۱۸۵۱	۲	۱
باقی	۲۳۵۱۲	۶	۳
پیشگی	۱۷۷۸۶	۸	۶
اصل باقی نزد امین			

فاضل صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ تا یکم اگست سنہ ۱۹۱۹ء

صیغہ یتامیٰ	۶۸۰	۱	۴
مدرسہ احمدیہ	۵۱۵۵	۳	۶
لنگر	۱۱۳۰۴	۵	۱
متفرقات	۶۹۵۸	۹	۴
صدقات	۲۸۹۱	۲	۶
تعمیر	۴۸۶۱	۱۱	۶
میزان	۳۱۸۵۱	۲	۱

تفصیل پیشگی صدر انجمن احمدیہ تا یکم اگست سنہ ۱۹۱۹ء

تعلیم	۱۱۸۵	۰	۰
لنگر	۱۳۸۳۵	۸	۶
مقبرہ	۲۲۰	۰	۰
بورڈران احمدیہ	۲۳۵	۰	۰
دفتر سکرٹری	۵۹۱	۰	۰
ڈاک	۵۰	۰	۰
اشاعت	۴۵۰	۰	۰
تعمیر	۱۰۰	۰	۰
دفتر محاسب	۲۵	۰	۰
ناظر	۵	۰	۰
نور ہاسپٹل	۱۰۹۰	۰	۰
میزان پیشگی	۱۷۷۸۶	۸	۶

بقایا صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ تا یکم ستمبر ۱۹۱۹ء

تعلیم	۹	۳	۷۰۶۰
اشاعت اسلام	۳	۳	۷۰۶۲
قرضہ	۰	۰	۱۰۰۰
مساکین	۸	۸	۹۰۶۴
زکوٰۃ	۸	۷	۲۱۳۸
بورڈران ہائی	۹	۱۰	۱۹۶۵
مقبرہ بہشتی	۵	۲	۱۶۷۴۶
بورڈران احمدیہ	۰	۰	۳۹۷
امانت اندرونی	۱	۸	۴۴۷۱
بیرونی	۰	۰	۹۵
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۰۲
پرائیویٹ فنڈ	۰	۰	۲۶۷۶
میزان	۱	۱۵	۵۶۵۷۸
فاضلہ	۸	۲	۴۰۲۴۰
باقی	۵	۱۱	۱۶۳۳۸
پیشگی	۹	۶	۱۲۳۸۴
اصل باقی	۸	۴	۳۹۵۴

فاضل صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ تا یکم ستمبر ۱۹۱۹ء

یتامیٰ	۷	۲	۶۱۵
مدرسہ احمدیہ	۴	۱۰	۴۹۲۶
لنگر	۴	۱۳	۱۷۶۲۸
متفرقات	۷	۱۵	۸۳۳۳
صدقات	۹	۳	۳۸۱۲
تعمیر	۳	۶	۴۹۲۳
میزان	۸	۳	۴۰۲۴۰

اصل آمد اگست ۱۹۱۹ء	۲	۱۴	۹۰۱۹
تبدیلی "	۹	۳	۲۴۰۴
کل آمد "	۱۱	۱	۱۱۴۲۴

عبدالمغنی
محاسب

محمد اشرف
ناظر

فہرست کتب بک ڈپو دفتر ریویو قادیان دارالامان

نام کتب	قیمت
(۱) اوامر و نواہی	۹/
(۲) اظہار حق	۵/
(۳) البیان	۲/
(۴) اجرومیہ	۱۰/
(۵) اعجاز احمدی	۳/
(۶) اسلام	۱۰/
(۷) براہین احمدیہ مکمل	عا
" " حصہ اوّل	۵/
" " " دوم	۴/
" " " سوم	۵/
(۸) برہان الحق	۱/
(۹) باغ بہار	۱/
(۱۰) پنج ارکان اسلام	۱/
(۱۱) پارہ پنجم بخاری	۸/
(۱۲) پارہ عم مترجم	۳/
(۱۳) پارہ سوم	۱/
(۱۴) تفسیر سورہ فاتحہ	۱/
(۱۵) تفسیر سورہ بقرہ	۳/
(۱۶) تفسیر پارہ اوّل شیخ یعقوب علی صاحب	۴/ عہ
(۱۷) " " دوم " "	۴/ عہ
(۱۸) " " ۲۳ " "	
(۱۹) " " ۲۴ " "	عہ/
(۲۰) " " ۲۵ " "	عہ/
" " ۲۶ " "	عہ/
(۲۱) ٹیچنگ آف اسلام مجلد	۴/ عہ
(۲۲) " بلا جلد	۱۴/
(۲۳) جنگ مقدس	۶/
(۲۴) جام شہادت	۱۰/
(۲۵) حقیقت نماز	۶/
(۲۶) حیرت کی حیرانی حصہ اوّل	۵/
(۲۷) " " دوم	۴/
(۲۸) خطبہ الہامیہ	عہ/

نام کتب	قیمت
خزینہ معارف حصہ اوّل دوم	۴/
" سوم چہارم	۸/
خلافت راشدہ حصہ دوم	۴/
دینیات کا پہلا رسالہ	۱/
دعوت دہلی	۱/
دعوت الحق	۲/
ستارتھ دھرم	۱۰/
سلاسل الفضائل	۱۰/
سلاسل التعلیم	۲/
شرح ترمذی اوّل	۴/ عہ
" دوم	۴/ عہ
صبیان القرآن	۲/
صبر جمیل	۱۰/
فضل حق	۱/
قاعدہ سنسکرت	۱۰/
قصہ قارون	۶/
قصائد احمدیہ	۶/
لغات القرآن مکمل	عہ/
مبادی الصرف	۱۰/
مت العارفت	۱/
مکتوبات محمدیہ	۴/
مجموعہ آئینہ	۳/
مباحثہ رام پور	۴/
مکتوبات احمدیہ	۴/
نسیم دعوت	۳/
نور القرآن حصہ اوّل	۱/
ہدیہ ثاقب	۴/

نقد دس روپیہ یکمشت خریدار کو فی روپیہ ۴/ کمیشن
" عہ " " " " ۲/
" یکصد روپیہ " " " " ۵/

کمیشن دیا جائیگا۔

المشتہر خاکسار فضل [illegible] بک ڈپو دفتر ریویو قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

جس کا درد وہی جانتا ہے ٭ دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں جسکی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہ ہو۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ کے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے۔ دیکھئے! آج انکو کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا جو زیادہ تر نشیلی اشیاء دھتورہ بھنگ۔ بلاڈونا پوٹاس ایوڈائڈ وغیرہ سے بنتی ہے۔ اس سے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپکے بہت کچھ خرچ ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمائیں۔ اس میں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر

اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑسے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

پوٹاس ائی ووڈائڈ ساه

ائی وڈائڈ سالسہ

چند چیزوں کی آمیزش کرکے یہ سالسہ بنایا ہے اس لئے با عتبار اور سالسوں کے یہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ گرمی۔ گٹھیا بگڑے ہوئے خون سے جلد کا پھٹنا یا زخم ہونا وغیرہ چند روز کے استعمال سے نیا خون پیدا کرتا ہے اور ہمیشہ کیواسطے چنگا کر دیتا ہے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی دو روپیہ محصولڈاک چھ آنہ ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ:۔ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سنہ ۱۹۲۰ع کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کا کاغذ چکنے پر چھپی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کر دیجائے گی ٭

(مطبوعہ ... پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)